سید محمد معاویہ بخاری

''یادوں کی برات''

عہدِ حاضر کے ناقص العمل انسانوں کو اپنی یادیں لکھنے کے بجائے صرف جمع کرنے تک ہی محدود رہنا چاہیے۔ ورنہ جوش وجذبہ کی بے احتیاطی سے وہ سب کچھ نوکِ قلم تک چلا آتا ہے جو بہر حال باعثِ فخر اور قابل افشا نہیں ہوتا۔ ایک بڑے ادیب ودانشور کے بقول یادیں تو موسموں کی طرح ہوتی ہیں۔ کبھی مہربان اور کبھی غضب ناک۔ انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے سے پہلے ہزاروں بار بھی سوچنا پڑے تو سوچ لینا چاہیے کیونکہ ہر مہربانی اور ہر ابتلاء قابلِ تحریر نہیں ہوا کرتی۔ بعض اوقات انکشافات کی تہلکہ خیزی سے عارضی نام وری تو مل جاتی ہے مگر ضبط واحتیاط کے طفیل نصیب ہونے والی عزت حاصل نہیں کی جاسکتی۔

چندروز پہلے صدر مشرف کی کتاب IN THE LINE OF FIRE ان کے حالیہ کامیاب ترین اور طویل ترین دورۂ امریکہ کے دوران منظرِ عام پر آئی اور عالمی میڈیا کے سامنے باضابطہ طور پر ایک تقریب رونمائی میں اسے اہلِ فکر ودانش کے سامنے پیش کیا گیا۔ آج کئی دن بیت رہے ہیں کہ دنیا بھر میں اس کتاب کے مندرجات زیرِ بحث ہیں۔ نرم وگرم تبصروں ،تجزیوں نے کتاب کی شہرت کو مزید چار چاند لگا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ عالمی مارکیٹ تو رہی ایک طرف پاکستان بھر میں تمام بڑے شہروں کے بعد اب چھوٹے شہروں میں بھی صرف چند دنوں کے اندر کتاب کی سینکڑوں کاپیاں فروخت ہوچکی ہیں۔ وہ دکاندار جو علمی وادبی کتابیں فروخت کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور اس جرم کی پاداش میں پورے سال کے دوران علم وادب کی شاہکار کتابوں کے درجن بھر سے زائد نسخے فروخت نہیں کرپاتے' اِن دنوں بہت خوش ہیں۔ انہیں خوشی ہے کہ سبب کوئی بھی ہو مگر اُن کی دکانوں میں گہما گہمی بڑھ گئی ہے۔ لوگ صدر صاحب کی کتاب جوق در جوق خریدنے آرہے ہیں اور ان کی ایک کتاب کے ساتھ اور بہت کچھ بھی بک رہا ہے۔ دکانداروں کا کہنا ہے کہ صدر مشرف کی کتاب اُن کے کاروباری حجم میں اضافے کا باعث بنی ہے۔ جبکہ خود صدر مشرف کا بھی یہی کہنا ہے کہ میں اپنی کتاب کو بے روزگاری کے خاتمے کے لیے استعمال کروں گا۔ یعنی وہ اپنی کتاب سے حاصل ہونے والی آمدنی کو فلاحی مقاصد کے لیے استعمال کریں گے اور اس کے لیے ایک فاؤنڈیشن قائم کی جائے گی جس کا مقصد محروم طبقوں کے لیے فلاحی اقدامات کرنا ہوں گے۔ صدر مشرف کے بقول وہ ایک ایسا ادارہ تشکیل دینا چاہتے ہیں جو نادار لوگوں اور بیروزگار نوجوانوں کے لیے تعلیم اور روزگار کا بندوبست کرسکے۔ (روزنامہ ''جنگ'' ۲۷ر ستمبر ۲۰۰۶ء)

صدر مشرف خوش ہیں کہ انہیں اپنی کتاب کے حوالہ سے نہ صرف عالمی سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ ایک اخباری اطلاع کے مطابق صدر محترم کو اس کتاب کی مد میں چھے کروڑ ڈالر کی خطیر رقم بھی ادا کی گئی ہے۔ ہماری قومی تاریخ میں کسی صدرِ مملکت کی جانب سے لکھی گئی شاید یہ پہلی کتاب ہوگی جس کا مقصد نادار لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ ورنہ کتاب تو Friends, not masters کے عنوان سے صدر ایوب خان نے بھی لکھی تھی اور اتفاق یہ کہ اپنے عہدِ صدارت کے دوران ہی لکھی تھی

''اِن دی لائن آف فائر'' صدر مشرف کی یادداشتوں پر مشتمل ان حالات وواقعات کا ضمیمہ ہے جو بے جا سنسنی خیزی کے باوجود کہیں کہیں حقائق سے بھی مربوط ہے۔ بقول چودھری شجاعت حسین صاحب کے ''صدر محترم کی کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے کوئی چیز نہیں چھپائی۔ لوگ تو اپنی بیویوں سے سچ چھپاتے ہیں مگر صدر نے تو اپنے معاشقوں کو بھی بے نقاب کیا۔ اور یہ بڑی بات ہے۔ چودھری صاحب کے بقول اس کتاب میں سوائے سچ کے اور کچھ نہیں۔ چودھری صاحب کا کہنا ہے کہ لوگوں کو صدرِ مملکت کی کتاب ضرور پڑھنی چاہیے تب ہی انہیں سمجھ آئے گی کہ اس میں کیا ہے؟''

(روزنامہ ''اسلام'' ۷/اکتوبر ۲۰۰۶ء)

جبکہ ناقدین برملا کہہ رہے ہیں کہ کارگل سے لے کر ڈاکٹر عبدالقدیر خان تک اور نائن الیون سے لے کر طالبان تک اس کتاب کے مندرجات میں سچ کے سوا باقی سب کچھ ہے۔ کل ایک صحافی دوست بتا رہے تھے کہ دو فوجی صدور کی کتابوں کی لفظی ترتیب ایک ہی خاندان کے قابل ترین سوانح نگاروں کے ہاتھوں سرانجام پائی ہے۔ مرحوم الطاف گوہر اور ان کے خانوادے میں ہمایوں گوہر کا یہ اعزاز اپنی جگہ انفرادیت کا حامل ہے۔ صدر مشرف کی کتاب ان کے بقول حقائق کا مجموعہ ہے انہوں نے فوج وسیاست کی دوہری زندگی میں جو کچھ دیکھا، سمجھا اسے من وعن رقم کر دیا۔ یعنی یادوں کی ایک بارات ہے جو صحن چمن میں اچانک اتر آئی ہے۔ بے رونق گلی کوچوں میں اچانک برات آجائے تو چہ میگوئیاں ہوتی ہی ہیں۔ کیسے، کب اور کیوں جیسے سوالات ضرور اٹھتے ہیں۔ اچانک شور برپا ہونے پر لوگ گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ رونق وہنگامہ دیکھ کر بے وجہ کے رقیب طعنہ زن ہو جاتے ہیں۔ رنجش، حسد ورقابت کے ناہموار جذبوں کو انگیخت کرتی ہے۔ چنانچہ تنقید کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ایسے سنگین نوعیت کے الزامات واتہامات سننے میں آتے ہیں کہ الآمان والحفیظ۔ ''ان دی لائن آف فائر'' بھی یادوں کی برأت سجائے ملک کے تناؤ بھرے سیاسی ماحول میں اچانک ہی نمودار ہوئی ہے۔ اس لیے ابال نکلتے اور طنز آمیز کوسنوں کی شدت میں کمی آتے کچھ دن تو ضرور لگیں گے۔

یادش بخیر! معروف شاعر جوش ملیح آبادی نے اپنی سوانح عمری ''یادوں کی برات'' کے عنوان سے ہی لکھی تھی۔ جوش ملیح آبادی بھی ادبی دنیا میں بے لچک جزلی اطوار کی حامل شخصیت ہی سمجھے جاتے تھے۔ ایک بزرگ، ادیب وشاعر فرما رہے تھے کہ جوش مرحوم کے بہت قریب رہنے والے چند ادیبوں نے ''یادوں کی برات'' میں پھوٹتے ست رنگے پٹاخوں کو زیادہ پسند نہیں کیا تھا۔ اور کچھ ترمیم وتغیر کی درخواست کی تھی۔ جسے حضرتِ جوش نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ '' آجاتے ہیں احمق کہیں کے...... بھئی! کتاب میری ہے آپ کی نہیں۔ اس میں درج شدہ واقعات بھی میرے ہیں۔ لوگ اعتراض کریں گے تو مجھ پر آپ کیوں خواہ مخواہ میں چند لوگوں کی مدارتِ طبع کے لیے ہلکان ہوئے جاتے ہیں۔'' جوش ملیح آبادی اپنے وقت کے روشن خیال انسان تھے سو روشن خیالی پھیلاتے رہے۔ اس پر انہیں کوئی جھجک تھی اور نہ ہی کوئی ندامت۔ آخر جوش صاحب کی کتاب چھپ گئی اور لطف یہ کہ سب سے پہلے ناقدین کے گروہ نے یہ کتاب خریدی تھی۔ اب ایک دوسرے سے ملتے تو ہونٹوں پر ذومعنی مسکراہٹ لیے اور اشاروں کنایوں میں پوچھتے ......کہو کیسی رہی؟ ہزاروں تنقیدی تبصروں کے باوجود اتنا سب نے مانا

کہ جوش نے جھوٹ نہیں لکھا تھا۔ آخر کو اُن کی سوانح عمری تھی اور ادبی تاریخ کا حصہ بننے جا رہی تھی۔ لہٰذا کشکولِ حیات میں جو کچھ جمع تھا سارے کا سارا زینتِ قرطاس بنا ڈالا۔ اب کچھ لوگ ''یادوں کی برات'' میں درج شدہ واقعاتی سچائیوں کو ''کوک شاستر'' سے تعبیر کرتے ہیں تو ان کی مرضی۔ ناقد اپنی تنقید کے لیے آزاد ہے۔ مگر اتنا تو وہ بھی جانتا ہے کہ شاستروں میں لکھی گئی معلومات پورا سچ بے شک نہ ہوں مگر سفید جھوٹ بھی ہرگز نہیں ہوتیں۔ پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کہ جوش صاحب کی ''یادوں کی برات'' اور صدر صاحب کی ''اِن دی لائن آف فائر'' میں کئی ابواب کھلی سچائیوں کے افشاء کی قدرِ مشترک رکھتے ہیں۔ جوش صاحب کے ہاتھوں بے چارے مولوی صاحب سمیت حکیموں اور دانشوروں اور استادوں کی جیسی درگت بنتی رہی ''اِن دی لائن آف فائر'' میں کم وبیش ایسے ہی درگت آمیز واقعات کی تفصیل صدر مشرف نے نائن الیون کے پس منظر میں کیے گئے اپنے اقدامات کے حوالے سے پیش کی ہے۔ دینی مدارس، دینی تنظیمیں، طالبان، نظام تعلیم سمیت بہت کچھ جو تختۂ مشق بنا' اس کا تذکرہ انہوں نے بلاکم وکاست کر دیا۔ رہ گئی بات حکیموں اور دانشوروں کی تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے وہ جوش کی تفننِ طبع کا ہدف بننے والے حکیم صاحب اور کالج کے پرنسپل سے مختلف نہیں ہے۔ جو روشن خیال مذمومات کا شکار بنتے رہے۔

کتابیں کیوں لکھی جاتی ہیں؟ اس حوالے سے بحث شاید بہت طویل ہو جائے مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ایوب خان کی ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز''، جوش ملیح آبادی کی ''یادوں کی برات'' اور پرویز مشرف کی ''اِن دی لائن آف فائر'' جیسی کتابیں وقتی سنسنی خیزی کا باعث تو ضرور بن سکتی ہیں مگر ان کا شمار ان کتابوں میں نہیں کیا جا سکتا جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی

صدر صاحب کی یادداشتیں ان کے عزائم کی آئینہ دار ہیں۔ جو کچھ وہ کر چکے' اسے بیان کر دیا گیا ہے اور آنے والے دنوں میں جو کچھ ہونے جا رہا ہے' اس کی ہوش رُبا تفصیلات جاننے کے لیے ہمیں ایک اور ''یادوں کی برات'' کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یعنی ''اِن دی لائن آف فائر'' کا دوسرا ایڈیشن۔ لہٰذا آئندہ پانچ برسوں کے باوردی عہدِ صدارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انتظار کیجیے کہ ہم اس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762